اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اس حدیث کی اہمیت:۔

ائمہ کرام نے اس حدیث کو بہت اہمیت دی ہے حتی کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینی، ابوداؤد، ترمذی، دارقطنی وغیرھم ائمہ کرام نے اسے اسلام کی تہائی کہا ہے اور امام شافعیؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ حدیث نصف علم ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نیت عبودیت قلب کو کہتے ہیں اور عمل عبودیت قالب [1] کا نام ہے۔ یا یہ کہ دین کے دو حصے ہیں ظاہر اور باطن، ظاہر عمل ہے اور باطن نیت اور مرقاۃ میں امام شافعیؒ سے بھی روایت ہے کہ یہ حدیث علم کا چوتھا حصہ ہے چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ؎

عُمْدَةُ الْخَيْرِ عِنْدَنَا كَلِمَاتٌ
اَرْبَعٌ قَالَ هُنَّ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ
اِتَّقِ الشُّبُهَاتِ وَاَزْهِدْوَدَعْ مَا
لَيْسَ يُغْنِيكَ وَاعْمَلْ بِنِيَّةٍ

---

[1] یا اس لئے کہ علم کا حصول دراصل اس پر عمل کرنے سے ہے اور عمل نیت کی صحت کے بغیر معتبر نہیں دوسرے معنوں میں تمام علم کے دو حصے ہوئے ایک نیت کی صحت دوسرا عمل اس لئے اس حدیث (پر عمل کرنا) کا علم باقی تمام علم کا نصف ہوا۔ ۱۲عبدالسلام الکیلانی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بہترین خیر ہمارے نزدیک چار کلمے ہیں جو خیر البریۃ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائے ہیں (۱) شبہات سے بچ (۲) زہد اختیار کر (۳) جو چیز تجھے نفع نہ دے اسے چھوڑ دے (۴) نیک نیت کے ساتھ عمل کر۔

لیکن مولانا انور شاہ دیوبندی مرحوم فیض الباری جلد اول ص۴ میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار امام شافعیؒ کے نہیں بلکہ کسی اور شاعر کے ہیں جیسے امام سیوطی کی کتاب شرح عقود الجمان سے معلوم ہوتا ہے۔

امام بیہقیؒ نے اس کے تہائی اسلام ہونے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ بندے کے کسب کا تعلق دل، زبان اور جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے ہے اور نیت دل کا فعل ہے اس بناء پر یہ اسلام کی تہائی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو زبان اور جوارح کا فعل کسی شمار میں نہیں جب تک اس فعل میں فاعل کی نیت صحیح نہ ہو پس سارے اسلام کا دارومدار نیت ٹھہری اس لحاظ سے اس حدیث کی اہمیت اور بڑھ گئی۔

سندحدیث:۔

اس حدیث کو نبی اکرم ﷺ سے صرف حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والے صرف علقمہؓ ہیں اور علقمہؓ سے روایت کرنے والے محمد بن ابراہیم ہیں اور محمد بن ابراہیم سے روایت کرنے والے یحیی بن سعید ہیں اس کے بعد یحیی بن سعید سے روایت کرنے والے بکثرت ہیں اور یہ حدیث مؤطا امام مالکؒ کے سوا حدیث کی تمام کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ کئی علماء نے لکھا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے لیکن جب یحیی بن سعید تک راوی منفرد ہیں تو پھر متواتر کہنا صحیح نہیں ہاں اس حدیث کے مطلب کی احادیث بکثرت آئی ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ :۔

نِیَّــــات ''نِیَّۃ'' کی جمع ہے''ی'' کی تشدید کے ساتھ بعض لغات میں بغیر تشدید کے بھی آیا ہے اس کا باب نَوٰی ،یَنْوِیُ (رَمٰی ،یَرْمِیُ) ہے۔

لفظ''با'' کے متعلق اقوال:۔

بالنیات کی''با''میں دوقول ہیں۔

۱. ''با''مصاحبت کے لئے ہے۔

مصاحبت کی''با''اسے کہتے ہیں جس کا مجرور حکم میں ماقبل کے ساتھ شریک ہو۔ جیسے اِشْتَرَیْتُ الْفَرَسَ بَسَرَجِہٖ یعنی میں نے کاٹھی سمیت گھوڑا خریدا۔ یہاں حکم خرید ہے جس میں گھوڑے کے ساتھ کاٹھی بھی شریک ہے اس بنا پر اِنَّـمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے معنی یہ ہوئے کہ اعمال کا وجود نیت کے وجود کے ساتھ ہے۔

۲. ''با'' کے متعلق میں پانچ قول ہیں کہ''با'' ترکیب میں کس کے ساتھ متعلق ہوتو جملہ مکمل بنے۔

اول: وجود

دوم: صحت

سوم: اعتبار

چہارم: کمال

پنجم: ثواب

پہلی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اعمال کا وجود نیت کے ساتھ ہے۔

دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اعمال کی صحت نیت کے ساتھ ہے۔

تیسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ نیت کے بغیر اعمال معتبر نہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چوتھی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اعمال کا کمال نیت کے ساتھ ہے۔
پانچویں صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اعمال کا ثواب نیت کے ساتھ ہے۔

پہلی صورت پر بحث:۔

کئی علماء کا خیال ہے کہ بالنیات جار مجرور کا متعلق وجود نکالنا صحیح نہیں کیونکہ بعض اعمال کا وجود نیت کے بغیر بھی ہو جاتا ہے جیسے کپڑے وغیرہ کو پلیدی لگ جائے تو اس کے دھونے میں کوئی نیت شرط نہیں مگر اوپر بحث شرائط میں معلوم ہو چکا کہ نیت اس کے لئے بھی ضروری تھی شریعت نے مشقت کے طور پر اس میں تخفیف کر دی گویا یہ دوسری دلیل سے نیت کے حکم سے مستثنیٰ ہو گیا۔

دوسری صورت پر بحث:۔

اگر متعلق صحت نکالیں تو یہ بھی وجود کے ہی قریب ہے کیونکہ صحت سے شرعی صحت مراد ہے اور شرعی وجود اور صحت ایک ہی چیز ہے۔

تیسری صورت:۔

اعتبار کے معنی بھی وجود اور صحت کے موافق ہیں کیونکہ اعتبار سے مراد یہ ہے کہ شریعت میں اس کا شمار ہو۔

چوتھی صورت:۔

کمال کا متعلق ماننا کمزور ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ جار مجرور کا متعلق افعال عامہ سے ہو۔

پانچویں صورت:۔

نورالانوار اور شرح وقایہ میں ثواب متعلق مانا گیا ہے اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ یہاں حقیقی معنی نہیں بن سکتا۔ حقیقی معنی یہ ہے کہ اعمال کا وجود بغیر نیت کے نہیں اور یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خلاف واقع ہے کیونکہ بہت سے اعمال کا وجود بغیر نیت کے ہوتا ہے جیسے کپڑے اور بدن سے پلیدی دھونا آخر مجازی معنی مراد ہوگا یعنی ثواب اعمال کا یا حکم اعمال کا نیت کے ساتھ ہے اگر حکم مراد ہوتو اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک دنیوی اور ایک اخروی:۔

دنیوی یہ ہے کہ اصل عمل کا صحیح ہونا یا فاسد ہونا۔

اخروی یہ ہے کہ اس پر ثواب یا عذاب کا مرتب ہونا۔

دنیوی یہاں مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اعمال کی صحت نیت کے ساتھ ہے صحت اور وجود قریباً ایک ہی ہیں تو اسکا مآل (نتیجہ) بھی حقیقی معنی کی طرف ہوگیا۔ جو یہاں نہیں بن سکتا پس یہاں ثواب مراد ہوگا یعنی اعمال کا ثواب نیت کے ساتھ ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ اعمال کا وجود نیت پر موقوف نہیں پس وضو اور غسل جنابت کا وجود بغیر نیت کے ہوجائے گا ان کے وجود کے لئے نیت شرط نہیں۔

شبہ:۔

اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ اس بنا پر عبادات مقصودہ نماز وغیرہ کا وجود بھی بغیر نیت ہوجانا چاہئے حالانکہ ان کا وجود بغیر نیت کے بالاتفاق نہیں ہوتا۔

جواب:۔

اس شبہ کا جواب نور الانوار وغیرہ میں یہ دیا ہے کہ عبادات مقصودہ کا مقصد ہی ثواب ہے جب ثواب نہ ملا تو گویا ان کا وجود ہی نہ ہوا۔ بخلاف وضو و غسل کے ان کے دو مقصد ہیں ایک نماز کی ادائیگی کے لئے شرط ہونا۔

دوم حصول ثواب۔ بلانیت وضو و غسل وغیرہ کا چونکہ وجود ہوجاتا ہے اس لئے اس سے نماز ہوجائے گی ہاں اس سے وضوء اور غسل کا ثواب نہیں ملے گا۔ یہ نور الانوار کی تقریر کا خلاصہ ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نورالانواراوراس کی غلطیاں:۔

اس میں کئی غلطیاں ہیں ذیل میں نمبروار سنئیے :

اول:۔

یہ کہنا کہ یہاں حقیقی معنی نہیں بن سکتا ،غلط ہے کیونکہ یہاں وجود سے مراد وہ ہوگا جوشریعت میں معتبر ہوتو معنی یہ ہوں گے کہ تمام اعمال کا شرعی وجودنیت کے ساتھ ہے بدن یا کپڑے سے پلیدی دھونا بھی نیت کے بغیرنہیں۔مگرشریعت نے رفع مشقت کے لئے نیت کی معافی دیدی۔پس کسی عمل کا شرعی وجودنیت کے بغیرنہیں ہوسکتا۔وضواورغسل جنابت وغیرہ بھی اس حکم میں داخل ہیں چنانچہ اس کا بیان شرائط کی بحث میں زیرعنوان نیت کاتعلق اعمال کےساتھ ہو چکا ہے۔

دوم:۔

مصنف نورالانوار کا یہ کہنا کہ حکم دنیوی مراد ہوگا یااخروی۔اس تقسیم کی ضرورت ہی نہیں بلکہ مطلق حکم مراد ہے دنیوی اوراخروی مطلق کے افراد ہیں جیسے دنیوی کے افراد صحت اورفساداوراخروی کےافرادثواب وعذاب ہیں معنی یہ ہوں گے کہ،

''اعمال کی صحت اوراعمال کا ثواب نیت کےساتھ ہے''

سوم:۔

وضوءاورغسل جنابت وغیرہ حکمی طہارت ہے جوخلاف قیاس یعنی محض تعبدی امر ہے۔کیونکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جس جگہ نجاست ہواسکودھودیا جائےلیکن وضوءاورغسل میں اس کےخلاف ہاتھ،منہ،پاؤں وغیرہ سب کچھ دھونا پڑتا ہےاورتعبدی میں نیت ضروری ہے.

چہارم:۔

وضواورغسل جنابت نماز کے لئے شرط ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے،اِذَا قُمْتُمْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ (الایہ) پس اس کے شرط ہونے کا لحاظ رکھنا ہی نیت ہے۔

پنجم:۔

مصنف نورالانوار کا یہ کہنا کہ عبادات مقصودہ کا ثواب نہ ہوا تو حدیث کے جملہ اِنَّمَا لِاِمْرِیٍٔ مَانَوٰی کی رو سے ان کی صحت ہی نہ ہوئی، یہ غلط ہے کیونکہ عمل کی صحت سے ثواب لازم نہیں آتا۔ چنانچہ اس کی تفصیلی بحث نمبر اول میں زیرِعنوان ''جواب'' میں ہوگی۔

ششم:۔

علامہ سندھیؒ حاشیہ بخاری شریف وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے مراد اعمال اختیاریہ ہیں اور اختیاری عمل کا وجود بغیر قصد ارادہ کے نہیں ہوتا اور اسی کا نام نیت ہے پس مصنف نورالانوار اور شرح وقایہ وغیرہ کا کہنا صحیح نہیں بن سکتا۔

ہفتم:۔

اصول فقہ کی کتاب حسامی میں ہے کہ وضوء میں تین اعضاء، ہاتھ، منہ، پاؤں کا دھونا اور سر کا مسح یہ شرعاً سارے بدن کی طہارت ہے کیونکہ حدث (بے وضو ہونا) یہ سارے بدن میں نجاست ہے۔ شریعت نے چار اعضاء کی طہارت سارے بدن کی طہارت شمار کی ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مرحوم اپنے رسالہ ''الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد'' میں لکھتے ہیں کہ سارے بدن کی طہارت اس صورت میں ہوگی جب بسم اللہ پڑھ کر وضوء کرے کیونکہ حدیث میں ہے بسم اللہ پڑھ کر وضو کرے تو سارا بدن پاک ہوجائے گا ورنہ چار اعضاء پاک ہوں گے اس بناء پر نیت تو کجا بسم اللہ پڑھنا بھی ضروری ہوا اور ظاہر ہے کہ جب بسم اللہ پڑھ کر وضوء کیا تو اس میں نیت خود ہی ہوگئی۔

مختصر یہ کہ نیت ہر عمل کے لئے شرط ہے اور احناف کا قیاس غلط ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیت کا معنی:۔

سراج منیر شرح جامع صغیر جلد اول ص ۷ میں ہے، وَھِیَ لُغَۃً اَلْقَصْدُ وَشَرْعاً قَصْدُ الشَّیْءِ مُقْتَرِناً بِفِعْلِہٖ ۔یعنی لغت میں نیت کا معنی قصد وارادہ ہے اور شرعا کسی شے کا ایسا قصد جو اس کے فعل سے متصل ہو۔

نیل الاوطار مصر جلد اول ص ۱۸۳ باب اَلدَّلِیْلُ عَلٰی وُجُوْبِ النِّیَّۃِ له (ای الوضو) میں ہے،

قَالَ النَّوَوِیُ وَالنِّیَّۃُ اَلْقَصْدُ وَھُوَ عَزِیْمَۃُ الْقَلْبِ وَتَعَقَّبَہُ الْکَرْمَانِیُّ بِأَنَّ عَزِیْمَۃَ الْقَلْبِ قَدْرٌ زَائِدٌ عَلٰی اَصْلِ الْقَصْدِ وَقَالَ الْبَیْضَاوِیُ اَلنِّیَّۃُ عِبَارَۃٌ عَنْ اِنْبِعَاثِ الْقَلْبِ نَحْوَ مَا یَرَاہُ مُوَافِقًا لِغَرْضٍ مِنْ جَلْبِ نَفْعٍ اَوْ دَفْعِ ضَرَرٍ حَالاً اَوْمَالاً وَالشُّرْعَ خَصَّصَہٗ بِالْاِرَادَۃِ الْمُتَوَجِّھَۃِ نَحْوَ الْفِعْلِ لاِبْتِغَاءِ رِضَاءَ اللّٰہِ وَاِمْتِثَالِ حُکْمِہٖ وَالنِّیَّۃُ فِی الْحَدِیْثِ مَحْمُوْلَۃٌ عَلَی الْمَعْنٰی اللُّغَوِیِّ لِیُصِحَّ تَطْبِیْقُہٗ عَلٰی مَابَعْدَہٗ وَتَقْسِیْمُہٗ اَحْوَالُ الْمُھَا جِرِفَاِنَّہٗ تَفْصِیْلٌ لِمَا اُجْمِلَ ۔

خلاصہ ترجمہ:۔

امام نووی نے فرمایا نیت کا معنی قصد اور دل کا پختہ ارادہ ہے۔ شارح بخاری کرمانیؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے عزیمۃ القلب کے معنی اصل قصد پر کچھ زیادتی ہے۔ کیونکہ عزیمۃ نہایت پختہ ارادہ کو کہتے ہیں اور قصد میں نہایت پختہ ہونا شرط نہیں اور بیضاوی نے کہا نیت سے مراد دل کا اس چیز کی طرف اٹھنا جس کو وہ اپنی غرض کے موافق سمجھے جو حصول نفع یا دفع ضرر کے لئے اس وقت ہو یا کبھی آئندہ۔ اور شریعت میں نیت اس ارادہ کو کہتے ہیں جو اللہ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل کے لئے کسی کام میں اٹھے مگر اس حدیث میں نیت سے مراد لغوی (عام) معنی ہے یعنی صرف قصد تا کہ ہجرت بہ نیت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عورت وغیرہ کو بھی شامل ہو جائے۔

ایک شبہ:۔

مصنف سراج المنیر کا نیت کے معنی میں فعل سے متصل ہونے کی شرط کرنا صحیح نہیں کیونکہ روزے کی نیت رات کو کرلے اور سوئے کو دن چڑھ جائے تو اس کا روزہ بالاتفاق صحیح ہے اور حنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ کا مال علیحدہ کر کے رکھ دے اور ادا کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کا خیال نہ رہے تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

جواب:۔

متصل ہونے سے مراد خواہ حقیقتاً ہو خواہ حکماً ،حقیقۃً جیسے پو پھٹنے سے پہلے روزے کی نیت ہو اور اسی حالت میں پو پھٹے۔

حکماً جیسے کہ رات کو روزے کی نیت کر کے سو جائے اور درمیان میں نیت کے منافی کوئی چیز نہ آئے جیسے روزہ رکھنے کا ارادہ فسخ ہو جائے یا تردد پیدا ہو جائے یا زبان سے کہہ دے کہ میرا ارادہ روزہ رکھنے کا نہیں اگر اس صورت میں سوئے ہوئے کو صبح ہو جائے تو روزہ نہیں ہوگا۔

تَلَفَّظُ بِالنِّيَّةِ یعنی زبانی نیت کرنا:۔

امام ابن الہمام حنفی مذہب میں اتنے بڑے امام ہیں کہ شامی جلد۴ میں ان کے متعلق لکھا ہے بَلَغَ رُتْبَةَ الْاِجْتِهَادِ وہ درجہ اجتہاد تک پہنچ گئے۔وہ اپنی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ جلد اول میں لکھتے ہیں،قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِطَرِيْقٍ صَحِيْحٍ وَلاَ ضَعِيْفٍ اِنَّهُ كَانَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُوْلُ عِنْدَالْاِ فْتِتَاحِ اُصَلِّیْ كَذَا وَلاَ مِنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ بَلِ الْمَنْقُوْلُ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَهٰذِهٖ بِدْعَةٌ"۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص:۴۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعض حفاظ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف طریق سے ثابت نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نماز شروع فرماتے وقت زبان سے کہا [1] ہو کہ میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی ﷺ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور یہ (زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔ اس کی مزید تفصیل خود ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ کی عبارت وَيُحْسِنُ لاِجْتَمَاعِ عَظِيْمَتِهٖ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدْ يُفْهَمُ مِنْ قَوْلِ الْمُصَنِّفِ لِاِ جْتِمَاعِ عَظِيْمَتِهٖ اِنَّهٗ لاَ يُحْسِنُ لِغَيْرِ هٰذَا الْقَصْدِ وَهٰذَا لِاَنَّ الْاِنْسَانَ قَدْ يَغْلِبُ عَلَيْهِ تَفَرَّقُ خَاطِرِهٖ فَاِذَا ذَكَرَ بِلِسَانِهٖ كَانَ عَوْناً عَلٰى جَمْعِهٖ ۔(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص:۴۰)

یعنی مصنف ہدایہ کے قول لاجتماع عظیمته سے مفہوم ظاہر ہوتا ہے کہ قلبی انتشار کا ازالہ کرنا مقصد نہ ہو تو پھر زبان سے نیت کا بولنا اچھا نہیں اور قلبی انتشار کا دور کرنا اس وقت ہوتا ہے جب انسان کا دل پریشان ہو جب نیت کا لفظ زبان سے بولتا ہے تو اس سے جمعیت خاطر میں امداد ملتی ہے۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوۃ زیر حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ میں ص ۴۱، ۴۲ ہے

وَصَرَّحَ السَّيِّدُ جَمَالُ الدِّيْنِ اَلْمُحَدِّثُ بِنَفْيِ رَوَايَةِ التَّلَفُّظِ بِالنِّيَّةِعَنِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَكَذَا ذَكَرَ الْفَيْرُوْزُ آبَادِىْ صَاحِبُ الْقَامُوْسِ فِىْ كِتَابِهِ الْمُسَمّٰى بِالصَّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمَ وَقَالَ الْقَسْطَلاَنِىُّ فِى الْمَوَاهِبِ وَبِالْجُمْلَةِ فَلَمْ يَنْقُلْ اَحَدٌ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ وَلاَ اَعْلَمُ [2] اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِهٖ

---

[1] جیسے آج کل عموماً رواج ہے کہ نماز شروع کرتے وقت مصلی دو رکعت نماز فجر فرض، فرض اللہ تعالیٰ کے منہ طرف کعبہ شریف کے پیچھے اس امام کے اللہ اکبر کہتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲؎ مرقاۃ میں اسی طرح ہے لیکن مواھب اللدنیہ میں علم ہے ترجمۃ میں اصل کوملحوظ کیا گیا ہے۔

اَلتَّـلَفُّـظُ بِهَـا وَلاَ اَقَرَّهُ عَلٰى ذٰلِكَ بَلِ الْمَنْقُوْلُ عَنْهُ فِي السُّنَنِ اَنَّهُ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ ۔

سید جمال الدین محدث نے تصریح کی ہے کہ زبانی نیت کی محدثین سے کوئی روایت نہیں آئی۔ صاحب قاموس اپنی کتاب صراط مستقیم قسطلانی مواہب اللدنیہ میں زبانی نیت کی بحث کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ زبانی نیت کی کوئی روایت نہیں خلاصہ یہ کہ نبی ﷺ سے زبانی نیت کی روایت کسی نے نقل نہیں کی اور نہ ہی نبی ﷺ نے کسی صحابی کو تلفظ بالنیۃ کی تعلیم فرمائی، اور نہ ایسا ہوا کہ کسی صحابی نے تلفظ کیا ہو اور نبی ﷺ نے اس کو برقرار رکھا ہو بلکہ نبی ﷺ سے کتب احادیث میں یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وضو نماز کی کنجی ہے اور نماز کی ابتدا تکبیر ہے اور اس سے نکلنا سلام ہے۔ اس کے بعد مواہب اللدنیہ میں یہ عبارت بھی ہے: وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَلَّمَ الْمُسِيْءَ صَلٰوتَهُ هُوَ خَلاَدُ بْنُ رَافِعِ الزُّرْقِيُّ قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ تَكْبِيْرَةَ الْاِحْرَامِ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ فَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالتَّلَفُّظِ قَبْلَ التَّكْبِيْرِ. (مواھب اللدنیہ جلد ۷ ص ۲۹۱، ۲۹۲ الفصل الثالث فی ذکر کیفتہ صلوۃ ﷺ)

یعنی بخاری مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے جب نماز خراب کر کے پڑھنے والے اعرابی کو نماز سکھائی تو اس کو فرمایا، جب تو نماز کی طرف کھڑا ہو تو اللہ اکبر کہہ پھر جو قرآن میں سے تجھے آسان ہو وہ پڑھ پس اس کو تکبیر تحریمہ سے پہلے کوئی چیز زبانی کہنے کا حکم نہیں ہوا۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر، زبانی نیت کی ضرورت ہوتی تو اس اعرابی کو ضرور تعلیم دیتے کیونکہ نماز خراب کر کے پڑھنے والے سے زیادہ پریشان حال کون ہو سکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص:۴۱ میں ملا علی قاریؒ حنفی لکھتے ہیں:

وَاَغْرَبَ ابْنُ حَجَرٍ وَقَالَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ نَطَقَ بِالنِّيَّةِ فِيْ الْحَجِّ فَقِسْنَا عَلَيْهِ سَائِرُ الْعِبَادَاتِ فَقُلْنَا لَهٗ ثَبَتَ الْعَرْشُ ثُمَّ اُنْقِشَ مِنْ جُمْلَةِ الْوَارِدَاتِ فَاِنَّهٗ مَاوَرَدَ نَوَيْتُ الْحَجَّ وَاِنَّمَا وَرَدَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ وَهُوَ دُعَاءٌ وَاَخْبَارٌ لاَيَقُوْمُ مَقَامَ النِّيَّةِ اِلَّا يَجْعَلُهٗ اِنْشَاءَ وَهُوَ يَتَوَ قَّفُ عَلَى الْعَقْدِ وَالْقَصْدِ اِلاَّ نْشَائِیْ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ فَمَعَ الْاِحْتِمَالِ لا يَصِحُّ الْاِ سْتِدْلاَلُ وَمَعَ عَدْمِ صِحَتِهٖ جَعَلَهٗ مَقِيْسًا عَلَيْهِ مَحَالٌ ثُمَّ قَالَ عَدَمَ وَرُوْدِهٖ لا يَدُلُّ عَلٰى عَدْمِ وُقُوْعِهٖ فَقُلْنَا هٰذَا مَرْدُوْدٌ بِاَنَّ الْاَصْلَ عَدْمُ وُقُوْعِهٖ حَتّٰى يُوْجَدَ دَلِيْلُ وَرُوْدِهٖ وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبَّرَ فَلَوْ نَطَقَ بِشَیْءٍ آخَرَ لَنَقَلُوْهُ وَرَدَ فِیْ حَدِيْثِ الْمُسِيْئِی صَلٰوتَهٗ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرَ فَدَلَّ عَلٰى عَدْمِ وُجُوْدِ التَّلَفُّظِ وَذَكَرَ اَبُوْدَاؤُدَ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ لِلْبَخَارِیِّ هَلْ تَقُوْلَ شَيْئًا قَبْلَ التَّكْبِيْرِ قَالَ لاَ ۔انتہی

ابن حجر (مکی) نے بڑی عجیب بات کہی ہے کہ نبی ﷺ نے حج میں زبانی نیت کی ہے ہم نے دیگر تمام عبادات کو حج پر قیاس کرلیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تخت ثابت کر پھر اس پر نقش کر۔جس قدر روایات آئی ہیں ان میں کسی روایت میں نَوَيْتُ الْحَجَّ یعنی حج کی نیت کرتا ہوں نہیں آیا۔البتہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ آیا ہے اور یہ دعا اور خبر ہے جب تک اس کو انشاء نہ بنایا جائے نیت کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اور انشاء ہونے کا دارومدار اس پر ہے کہ یہ جملہ عقود کی قسم سے ہو، جیسے (بِعْتُ وَاِشْتَرَيْتُ) اس کا انشاء ہونا معلوم نہیں (کیونکہ اس کی شکل وصورت جملہ خبریہ کی ہے جیسے قرآن مجید میں مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کا قول رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی جب اس میں احتمال آ گیا تو اس سے استدلال صحیح نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوااوراس صورت میں اس پر قیاس کرنا بھی ناممکن ہوا، پھر ابن حجر مکی نے یہ بھی کہا ہے کہ کسی روایت میں زبانی نیت کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت بھی نہ ہو ہم کہتے ہیں یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ اصل یہی ہے کہ جب کسی روایت میں نہیں آیا تو واقع میں بھی نہیں ہے ورنہ کوئی نہ کوئی اس کو ضرور روایت کرتا (ورنہ ہر بدعت کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے)

اور نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نماز کی طرف کھڑے ہوتے تو تکبیر کے سوا آپ ﷺ نے کوئی اور بات تلفظ کی ہوتی تو محدثین ضرور اس کو نقل فرماتے اور **مسیئی الصلوۃ** کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو نماز سکھاتے ہوئے فرمایا کہ جب تو نماز کی طرف کھڑا ہو تو تکبیر کہہ یہ صاف دلیل ہے کہ زبانی نیت کوئی چیز نہیں (ورنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس کو ضرور تعلیم دیتے)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں میں نے امام بخاریؒ سے پوچھا آپ تکبیر سے پہلے کچھ کہتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔ ابن حجر (مکی) نے یہ بھی کہا ہے **وَاَيْضًا فَهُوَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لاَ يَأتِيُ اِلَّا بِالْاَكْمَلِ وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ تَرْكِهٖ اِجْمَاعًا** یعنی نبی علیہ الصلوہ والسلام بہتر اور افضل بات پر عمل فرماتے ہیں اور زبانی نیت کرنا نہ کرنے سے بالاتفاق افضل ہے۔

مصنف مرقاۃ اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَدْ عُلِمَتْ اَنَّ الْاَ فُضَلَ الْمُكْمِلَ عَدْمَ النُّطْقِ بِالنِّيَّةِ مَعَ اَنَّ دَعْوٰى الْاِجْمَاعِ غَيْرُ صَحِيْحَةٍ فَاِنَّ الْمَالِكِيَّةَ قَالُوْا بِكَرَاهِيَتِهٖ وَالْحَنْبَلِيَّةُ نَصُّوْا عَلٰى اَنَّهٗ بِدْعَة" غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ وَاِنْ اَرَادَبِهِ الْاِتُفَاقَ بَيْنَ الشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَفِيَّةِ فَلَيْسَ عَلَى الْاِطْلاَقِ بَلْ مَحَلُّهٗ اِنْ اِحْتَاجَ اِلَيْهِ بِالْاِسْتِعَانَةِ عَلَيْهِ وَقَدْ ثَبَتَ تَرْكُهٗ عِنْدَ حُفَّاظِ الْمُحَدِّثِيْنَ بِلاَرَيْبَ ۔(مرقاۃ جلد اول ص ۴۱ زیر حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ)

تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ زبانی نیت نہ کرنا افضل ہے مکمل ہے پھر اجماع کا دعویٰ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی غلط ہے کیونکہ مالکیہ زبانی نیت کو مکروہ کہتے ہیں اور حنابلہ نے تصریح کی ہے کہ زبانی نیت بدعت اور غیر مستحب ہے۔ اگر اجماع سے مراد شافعیہ حنفیہ کا اتفاق ہو تو بھی علی العموم صحیح نہیں بلکہ وہ قلبی انتشار دور کرنے کی ضرورت کے وقت ہے اور زبانی نیت کا ترک حفاظ محدثین کے نزدیک بلا شک ثابت ہے۔ نیز مصنف مرقاۃ ص ۴۱ بحوالہ کتاب تجنیس مصنفہ ابن الہمام نقل فرماتے ہیں: وَالنِّيَّةُ بِالْقَلْبِ اِلَّا اِنَّهٗ عَمَلُهٗ وَالتَّكَلُّمُ لَامُعْتَبَرَ بِهٖ وَمَنْ اِخْتَارَهٗ لِتَجْتَمِعَ عَظِيْمَتُهٗ اور نیت دل سے ہوتی ہے، کیونکہ یہ دل کا فعل ہے اور زبانی نیت کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کو اختیار کرنے والے کا مقصد یہ ہے کہ دل کا انتشار دور ہو جائے۔

اس عبارت کا آخری حصہ اور اس کو اختیار کرنے والے ....الخ سے اشارہ اس طرف ہے جو پریشان دل ہو وہ تلفظ کر سکتا ہے دوسرا نہ کرے اور مرقاۃ ص ۴۲ میں ہے:

وَقَاسَهٗ بَعْضُهُمْ عَلٰى مَافِى الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يُلَبِّىْ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيْعًا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجَّةً وَهٰذَا تَصْرِيْحٌ بِاللَّفْظِ وَالْحُكْمِ كَمَا يَثْبُتُ بِالنَّصِّ بِالْقِيَاسِ لٰكِنَّهٗ تُعَقِّبَ هٰذَا بِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ ذٰلِكَ فِى اِبْتِدَاءِ اِحْرَامِهٖ تَعْلِيْمًا لِلْصَحَابَةِ مَايُهِلُّوْنَ بِهٖ وَيَقْصُدُوْنَهٗ مِنَ النُّسُكِ وَلَقَدْ صَلّٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثِيْنَ اَلَفَ صَلٰوةٍ فَلَمْ يَنْقُلْ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ نَوَيْتُ اُصَلِّىْ صَلٰوةً كَذَا وَ كَذَا وَتَرَكَهٗ سُنَّةٌ كَمَا اَنَّ فِعْلَهٗ سُنَّةٌ فَلَيْسَ لَنَا اَنْ نُسَوِّىَ بَيْنَ مَا فَعَلَهٗ وَتَرَكَهٗ فَنَاْتِىَ مِنَ الْقَوْلِ فِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ تَرَكَهٗ بِنَظِيْرِ مَااُتِىَ بِهٖ فِى الْمَوْضِعِ الَّذِىْ فَعَلَهٗ وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْحَجِّ وَالصَّلٰوةِ اَظْهَرُ مِنْ اَنْ يُقَاسَ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۔

بعض نے زبانی نیت کو بخاری مسلم کی حضرت انس والی اس حدیث پر قیاس کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے سنا اس میں زبانی لفظ کی صراحت ہے اور حکم جیسے نص (صراحت) سے ثابت ہوتا ہے قیاس سے بھی اسی طرح ثابت ہوتا ہے۔لیکن اس پر تعاقب کیا گیا ہے کہ یہ نبی ﷺ نے شروع احرام میں صرف صحابہ کرامؓ کو تعلیم کے لئے فرمایا کہ اس طرح احرام باندھا کریں اور احکام حج کا اس طرح قصد کیا کریں اور نبی ﷺ نے تیس ہزار سے زائد نمازیں پڑھی ہیں کسی نماز میں آپ ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو میں فلاں فلاں نماز کی نیت کرتا ہوں اور جیسے آپ ﷺ کا فعل سنت ہے ایسے ہی آپ ﷺ کا کسی بات کو چھوڑ دینا بھی سنت ہے۔پس ہمیں لائق نہیں کہ ہم فعل اور ترک کو برابر کر دیں اس طرح کہ جہاں (نماز میں) آپ ﷺ نے ایک کام کو چھوڑ دیا ہے وہاں اس قسم کا کام کریں جو آپ ﷺ نے دوسری جگہ (حج) میں کیا ہے۔

اور حج اور نماز میں ایسا واضح فرق ہے کہ ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

یہ جواب مرقاۃ میں ہے لیکن اصل جواب یہ ہے کہ حج عمرہ میں لبیک پکارنا اگر زبانی نیت ہو تو اس کا سلسلہ منیٰ پہنچ کر جمرے مارنے پر ختم ہو جاتا ہے اس سے لازم آئے گا کہ سارا حج ہی نیت ہو حالانکہ نیت شروع میں ہوتی ہے۔

حاصل کلام:۔

یہ کہ کتاب وسنت میں زبانی نیت کی کوئی دلیل نہیں زیادہ سے زیادہ یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ زبانی نیت سے انتشار قلبی دور ہو جاتی ہے۔

لیکن اول تو یہ عام نہیں بلکہ خاص اس شخص کے لئے جو نماز کے وقت پریشان حال ہو۔

دوم یہ کہ اگر یہ کوئی معقول وجہ ہوتی تو خیر قرون میں اس پر عمل کیوں نہ ہوا؟ اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس پر کسی نے فتوی کیوں نہ دیا؟ اور یہ کہنا غلط ہے کہ اس وقت کسی کو انتشار قلبی نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وجہ ہی غیر معقول ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس قسم کی وجوہات سے کسی چیز کا دین میں داخل کرنا جائز ہو تو مروجہ بدعتیں تیجا، ساتا، چالیسواں ،ششماہی ،سالانہ اسقاط میت ،روٹی پر ختم پیر کی گیارہویں، بی بی کی صحنک اور اس قسم کی ہزاروں بدعات درست ہونی چاہئیں کیونکہ ان بدعات کے کرنے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ آج کل طبائع میں اکثر فساد اور ہوس پرستی غالب ہے اگر اس قسم کی پابندیاں نہ ہوں تو صدقہ خیرات اور ایصال ثواب ختم ہو جاتا ہے ان پابندیوں کی وجہ سے سلسلہ خیرات جاری رہتا ہے اگر انسان صدقہ خیرات نہ کرے تو مال کے ساتھ محبت بخل کے درجے پر پہنچا دیتی ہے اور بخل سے بچنا واجب ہے تو چاہئے کہ یہ پابندیاں بھی واجب ہوں مگر وجوب کی بجائے ان کو بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟ صرف اس لئے کہ یہ پابندیاں اللہ ورسول ﷺ کی طرف سے نہیں بلکہ محض اپنی من گھڑت ہیں۔

اسی بنا پر حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب **زاد المعاد فصل فی ھدیہ ﷺ فی الصلوۃ** میں زبانی نیت کی پرزور الفاظ میں تردید کی ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔

كَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً قَبْلَهَا وَلَا تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ اَلْبَتَّةَ وَلَا قَالَ اُصَلِّيْ لِلّٰهِ صَلٰوةً كَذَا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اِمَاماً اَوْ مَامُوْ ماًوَلَا قَالَ اِدَاءً اَوْ قَضَاءً وَلَا فَرَضَ الْوَقْتَ وَهٰذِهِ عَشْرُ بِدْعٍ لَمْ يَنْقُلْ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَحَدٌ قَطُّ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَلَا ضَعِيْفٍ وَلَا مُتَّصِلٍ وَلَا مُرْسَلٍ لَفْظَةً وَاحِدَةً مِّنْهَا اَلْبَتَّةَ بَلْ وَلَا عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَلَا اِسْتَحْسَنَهٗ اَحَدٌ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا الْاَئِمَّةُ الْاَرْبَعَةُ وَاِنَّمَا غُرَّ بَعْضُ الْمُتَاَخِّرِيْنَ قَوْلَ الشَّافِعِيِّ فِي الصَّلٰوةِ اِنَّهَا لَيْسَتْ كَالصِّيَامِ وَلَا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَدْخُلُ فِيْهَا اَحَدٌ اِلَّابِذِكْرٍ فَظَنَّ اَنَّ الذِّكْرَ تَلَفُّظُ الْمُصَلِّيْ بِالنِّيَّةِ وَاِنَّمَااَرَادَ الشَّافِعِيُّ بِالذِّكْرِ تَكْبِيْرَةَ الْاِحْرَامِ لَيْسَ اِلَّاوَكَيْفَ يَسْتَحِبُّ الشَّافِعِيُّ اَمْراً لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ صَلٰوةٍ وَاحِدَةٍ وَلاَ اَحَدٌ مِنْ خُلَفَائِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَهٰذَا هَدْيُهُمْ وَسِيْرَتُهُمْ فَاِنْ اَوْجَدْنَا اَحَدٌ حَرْفاً وَاحِداً عَنْهُمْ قَبِلْنَاهُ وَقَابَلْنَاهُ بِالْقَبُوْلِ وَالتَّسْلِيْمِ وَلاَ هَدْىَ اَكْمَلُ مِنْ هَدْيِهِمْ وَلاَ سُنَّةَ اِلَّا مَاتَلَّقَوْهُ عَنْ صَاحِبِ الشَّرْعِ ﷺ ۔

نبی اکرم ﷺ جب نماز کی طرف کھڑے ہوتے اللہ اکبر کہتے اس سے پہلے کچھ نہ کہتے آپ ﷺ نے کبھی زبان سے نیت کا لفظ نہ بولا اور نہ ہی کبھی یہ کہا میں اللہ کے لئے پڑھتا ہوں فلاں نماز قبلہ رخ ہوکر چار رکعت امام یا مقتدی بن کر ادا یا قضا وقتی فرض (ظہر عصر وغیرہ)۔اور یہ دس بدعتیں ہیں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کبھی صحیح یا ضعیف مرسل یا متصل قطعاً کوئی لفظ نقل نہیں کیا بلکہ کسی صحابیؓ سے بھی نہیں اور نہ تابعین اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا۔بعض متاخرین کو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اس قول سے دھوکہ لگا ہے کہ نماز روزے کی طرح نہیں اس میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر داخل نہیں ہوسکتا۔

دھوکہ کھانے والے نے یہ سمجھا کہ ذکر سے مراد نمازی کا زبانی نیت کرنا ہے حالانکہ امام شافعیؒ کی مراد ذکر سے صرف تکبیر تحریمہ ہے امام شافعیؒ ایسے کام کو کیسے مستحب سمجھتے ہیں جس کو نبی اکرم ﷺ نے کبھی ایک نماز میں بھی نہیں کیا نہ ہی آپ کے خلفاء اور صحابہؓ میں سے کسی نے کیا ان کا طریقہ اور دستور یہی ہے اگر کوئی شخص ان سے زبانی نیت کے متعلق ایک حرف بھی ثابت کر دے تو ہم اسے خندہ پیشانی کے ساتھ قبول وتسلیم کریں گے ان کے طریقے سے بہتر اور کوئی کامل طریقہ نہیں اور سنت اسی چیز کا نام ہے جو صحابہ کرامؓ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے نبی اکرم ﷺ سے اخذ کی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی اپنی کتاب عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں: (ص۱۵۹ حاشیہ ۵)

اَحَدُهَا الْاِكْتِفَاءُ بِنِيَّةِ الْقَلْبِ وَهُوَ مُجْزِیٌ اِتِّفَاقاً وَهُوَ الطَّرِيْقَةُ الْمَشْرُوْعَةُ الْمَاثُوْرَةُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابِهٖ فَلَمْ يَنْقُلْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اَلتَّكَلَّمَ بِنَوَيْتُ اَوْ اَنْوِیْ صَلٰوةً كَذَا فِیْ وَقْتِ كَذَا وَنَحْوُ ذٰلِكَ كَمَا حَقَّقَهُ ابْنُ الْهَمَامِ فِیْ فَتْحِ الْقَدِيْرِ وَابْنُ الْقَيِّمِ فِیْ زَادِ الْمَعَادِ وَقَدْ فَصَّلْتُ ذٰلِكَ فِی السَّعَايَةِ ـ

مولانا انور شاہ دیوبندی مرحوم فرماتے ہیں:

فَالْحَاصِلُ اَنَّ فِی الْوَسَائِلِ اَيْضاًنِيَّةٌ عِنْدَنَا وَلَوْ فِی الْجُمْلَةِ وَلَوْ تَعَمَّقْنَا النَظْرَفَالنِّيَّةُ مَرْعِيَّةٌ فِی الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَآءِ الْمُطْلَقِ اَيْضاً فَاِنَّهُمْ اِنْ اَرَادُوْا بِالنِّيَّةِ الْمَلْفُوْظَةِ وَالْعِبَارَةِ الْمَخْصُوْصَةِ فَلَنْ يَّجِدُوْا اِلَيْهَا سَبِيْلاً وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ تَيْمِيَةِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْعُلَمَآءِ اِنَّ ا لتَّلَفُّظَ بِالنِّيَّةِ لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مُدَّةَ عُمْرِهٖ وَلاَ عَنْ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَلاَ مِنَ الْاٰئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ اَرَادُوْا بِهِ النِّيَّةَ الَّتِیْ تَكُوْنُ قَبْلُ الْاَفْعَالِ الْاِخْتِيَارِ يَّةِ فَنَحْنُ وَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ وَلاَ نَنْكُرُهَا اَصْلاً وَالنِّيَّةُ قَبْلَ الصَّلٰوةِ لَيْسَتْ اِلاَّ اَنْ يَعْلَمَ بِقَلْبِهٖ اَنَّهٗ اَیُّ صَلٰوةٍ يُصَلِّیْ فَكَذٰلِكَ فِی الْوُضُوْءِ وَلاَ اَرٰى اَحَدًا مِنَ الْحَنَفِيَةِ اَنَّهٗ يَتَوَضَّا ثُمَّ لاَ يَكُوْنَ لَهٗ شَعُوْرٌ فِیْ نَفْسِهٖ اِنَّهٗ يَتَطَهَّرُ اَمْ لاَ فَالنِّيَّةُ اَمْرٌ قَلْبِیٌ لاَ مَنَاصَ عَنْهَا فِی الْاَفْعَالِ الْاِخْتِيَارِيَّةِ وَاِنْ اَرَادُوْا بِهَا زَائِدًا عَلٰى هٰذَا الْقَدْرِ فَلَيْسَ اِلَيْهِ اِيْمَاءٌ فِی الْحَدِيْثِ وَلاَ حَرْفٌ وَلاَ شَيْئٌ (فیض الباری شرح بخاری جلد اول ص۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حاصل کلام یہ کہ شرائط وغیرہ میں ہمارے نزدیک بھی نیت شرط ہے خواہ مجمل طور پر ہواور اگر ہم گہری نظر سے دیکھیں تو مطلق پانی سے جو وضو کیا جاتا ہے نیت اس میں بھی ملحوظ ہے کیونکہ نیت سے مراد اگر زبانی نیت ہو تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ چنانچہ ابن تیمیہؒ اور دیگر بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ زبانی نیت کا ثبوت نہ تو نبی ﷺ سے ہے نہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے نہ ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اور اگر نیت سے مراد وہ ہو جو افعال اختیاریہ سے پہلے ہوتی ہے تو ہم اور دیگر اہل مذاہب اس میں برابر ہیں ہمیں اس سے بالکل انکار نہیں اور نماز سے پہلے نیت یہی ہوتی ہے کہ انسان دل سے جانتا ہے کہ کون سی نماز پڑھتا ہوں ایسے ہی وضو میں، مَیں نے کسی حنفی کو نہیں دیکھا کہ وہ وضو کرتا ہو اور اس کو اس بات کا شعور نہ ہو کہ وہ وضو کر رہا ہے۔ پس نیت ایک قلبی امر ہے جس کے بغیر افعال اختیاریہ میں چارہ نہیں اور اگر ان کی مراد اس شعور سے زیادہ ہے تو حدیث میں اس کی طرف کوئی اشارہ اور ایک حرف تک نہیں۔

نیت کی خصوصیات

خصوصیت نمبر ا:۔

نیت خود عمل: نیت اگرچہ دوسرے عمل کے لئے ہوتی ہے لیکن شریعت نے نیت کو بھی مستقل عمل کا درجہ دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

لاَ هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتحِ وَلكِنْ جِهَاد ٌ وَنِيَّة ٌ. (متفق علیہ)

(مشکوۃ کتاب الجہاد فصل اول)

یعنی فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک شخص کے پاس مال نہیں لیکن اس کی نیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مال دے تو میں دین کی خدمت کروں ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سخیوں کے برابر درجہ عطا فرمائے گا۔(مشکوۃ باب استحباب المال و العمر للطاعۃ فصل۲)

خصوصیت نمبر۲

نیت عمل سے بہتر ہے:۔

ایک حدیث میں ہے نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے)

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن مرقاۃ میں ہے کہ اس کی کئی سندیں ہیں اس لئے اس کو کچھ قوت حاصل ہو جاتی ہے اس کی بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں، اِنَّ اللّٰہَ لَیُعْطِیُ الْعَبْدَ عَلٰی نِیَّتِہٖ مَالاَ یُعْطِیْہِ عَلٰی عَمَلِہٖ ۔یعنی اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی نیت پر وہ درجہ دیتا ہے جو اس کے عمل پر نہیں دیتا۔

اس کی تین وجوہات:۔

اول: یہ کہ نیت میں ریاء کا دخل نہیں یعنی یہ پوشیدہ شیء ہے۔

دوم: یہ کہ نیت ایمان کی طرح دائمی چیز ہے اور اس کا تعلق ہر عمل سے ہے۔

سوم: عمل کا وقت محدود ہے نیت ہمہ وقتی چیز ہے۔

ایک شبہ:۔

حدیث میں ہے جب انسان نیکی کا قصد کرتا ہے تو ایک نیکی لکھی جاتی ہے جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر وغیرہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا پ۸) تو پھر نیت عمل سے بہتر کس طرح ہوئی؟

ازالہ شبہ:۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیت عمل سے بہتر ہے کی وجہ بیان ہو چکی رہا یہ سوال کہ جب نیت عمل سے بہتر ہے تو اس پر ایک نیکی کیوں اور عمل پر دس نیکیاں کیوں لکھی جاتی ہیں؟

۱. جواب اس کا یہ ہے کہ نیت کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی اور عمل ادا کرنے میں تکلیف ہوتی ہے اس لئے عمل پر نیکیاں زیادہ عطا کی جاتی ہیں۔

۲. نیت عمل کے لئے شرط ہے تو دس نیکیوں میں نیت کا بھی دخل ہوا لہٰذا اس حدیث کے ساتھ اعتراض صحیح نہ رہا۔

ایک شبہ:۔

البتہ اس میں ایک باریک شئ ہے وہ یہ کہ جب کوئی چیز دوسری شے سے مرکب ہو تو اس موقع پر یہ کہنا غلط ہے کہ یہ چیز مجموعہ مرکب سے بہتر ہے کیونکہ اس سے تَفْضِیْلُ الشَّیْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ لازم آتی ہے جو محال ہے مثلاً ایک چیز ایک تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی سے ملا کر بنائی جائے تو یہ کہنا غلط ہے کہ یہ چیز سونے سے بہتر ہے اس کا حل یہ ہے کہ نیت عمل کی شرط ہے جز نہیں۔

کافر کی نیت:۔

حدیث نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ (مرقاۃ جلد اول ص: ۴۲) سے مفہوم ہوتا ہے کہ کافر کی نیک نیت اس کے عمل سے بہتر نہیں بلکہ اس کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے کیونکہ محض نیت سے اس کو کچھ نہیں اگر کافر نیک عمل صدقہ خیرات یا کسی کی ہمدردی وغیرہ کرے تو اس کا کچھ معاوضہ دنیا میں مل جاتا ہے اور کبھی آخرت میں تخفیف عذاب کا فائدہ بھی ہو جاتا ہے جیسے ابو طالب کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ ہمدردی کرنے کی وجہ سے وہ عذاب میں سب کافروں سے ہلکا ہوگا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشہور اعتراض کا جواب:۔

مذکورہ بیان سے ایک مشہور اعتراض کا جواب بھی ہوگیا وہ یہ کہ عمل کی مدت محدود ہے تو پھر خُلُوْدُ فِی الْجَنَّہ وَخُلُوْدُ فِی النَّارِ کی کیا وجہ؟

جواب اس کا یہ ہے کہ مومن کی نیت ایمان پر ہمیشہ قائم رہنے کی ہوتی ہے اور کافر کی کفر پر اس لئے رحمت اور عذاب کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لئے ہے مومن کے لئے خلود فی الجنۃ کا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برائی کی صرف نیت ہو عمل میں نہ آئی ہو تو اس پر بھی مواخذہ ہے؟ جیسے زنا اور چوری کا پختہ ارادہ ہو لیکن موقعہ نہ ملنے کی وجہ سے برائی عمل میں نہ آئی ہو تو شرعاً گرفت نہیں ہوگی اس کی علیحدہ دلیل قرآن مجید میں ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الایۃ ۔(سورہ النور)

شبہ:۔

حدیث میں ہے جو شخص گناہ کا ارادہ کرنے کے بعد گناہ نہ کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا جب برائی کر لیتا ہے تو بھی نیکیاں لکھنے والا فرشتہ برائی لکھنے والے کو روک دیتا ہے کہ شاید یہ توبہ کرلے تو ایک برائی لکھی جاتی ہے یہ حدیث مذکورہ بیان کہ گناہ کی نیت پر مؤاخذہ ہوگا کے خلاف ہے۔

اول

اللہ تعالیٰ کے لئے برائی کا ترک:۔

اس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے میری خاطر گناہ ترک کیا ہے۔

دوم: دوسری صورت یہ ہے کہ بھول کر یا غافل ہوکر چھوڑ دے اس پر نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے۔

سوم: تیسری صورت یہ ہے کہ پوری کوشش کرنے کے بعد عاجز ہوکر گناہ چھوڑ دے ایسے شخص کا مواخذہ ہوگا چنانچہ صحیح حدیث میں ہے جب دو مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرنے کے لئے مقابل ہوں تو قاتل مقتول دونوں جہنمی ہیں صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ قاتل تو دوزخ میں جائے گا لیکن مقتول کیوں؟ فرمایا وہ اپنے حریف کے قتل پر حریص تھا۔

خصوصیت نمبر۳:۔

نیت دل کا فعل اور عمل ہے مگر اس عمل کے لئے نیت شرط نہیں کیونکہ نیت کے لئے جو نیت ہوگی وہ اسی نیت کا ایک فرد ہوگی جو سب اعمال کے لئے شرط ہے تو وہ کوئی علیحدہ نیت نہ ہوئی۔ جیسے دوسری چیزوں کو دیکھنے کے لئے لیمپ کی ضرورت ہے مگر خود لیمپ کو دیکھنے کے لئے کسی دوسرے لیمپ کی ضرورت نہیں وہ خود ہی روشن ہے۔

نیت کا تعلق اعمال سے:۔

اعمال سے مراد مسلمانوں کے اعمال اختیاریہ[۱] ہیں نہ کافر کے۔ کیونکہ کافر کی

---

۱ غیر اختیاریہ جو اختیاریہ کے تابع یا ان کے معاون ہوں یا دوسرے عمل کا سبب ہوں وہ بھی اختیاریہ کے حکم میں ہیں جیسے نیند کا غلبہ غیر اختیاری ہے لیکن اگر سونے والے کی نیت یہ ہو کہ نیند کے بعد میں تہجد پڑھوں گا یا اور کوئی نیک عمل کروں گا تو یہ نیند بھی عبادت میں شامل ہے سبب کی مثال جیسے بیمار ہونے والا یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ اس بیماری کو گناہ کا کفارہ بنائے تو یہ بھی عبادت میں شامل ہوگی وغیر ذلک۔

تابع کی مثال: جیسے کوئی آدمی جنگ کی نیت سے گھوڑا پرورش کرے تو اس کا کھانا پینا، لید اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیشاب کرنا حتی کہ وہ اگر رسی توڑ کر چلا جائے تو اس کے قدموں کے نشان یا مجاہد کسی نہر سے گزرے اسکا ارادہ پانی پلانے کا نہیں لیکن گھوڑے نے پی لیا یہ سب کچھ نیکیوں میں شمار ہوتا ہے (مشکوۃ کتاب الزکوۃ فصل اول)

نیک نیت شریعت میں معتبر نہیں صرف اس کا صدقہ، خیرات اور عتق یعنی غلام آزاد کرنا معتبر ہے مگر اس کے لئے علیحدہ دلائل ہیں اس حدیث سے اس کا تعلق نہیں۔

اعمال کی کئی قسمیں ہیں

اول: عبادات، مقصود جیسے نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ۔

دوم: عبادات، مقصود کے شرائط جیسے نماز کے لئے طہارت وضو تیمّم وغیرہ۔

سوم: منہیات، یعنی جن امور سے شریعت نے منع کیا ہے جیسے جھوٹ چوری، زنا وغیرہ

چہارم: مباحات، جن کے کرنے سے نہ ثواب ہے اور نہ عذاب۔

بحث نمبر اول: عبادات مقصودہ میں جب تک محض رضاء الٰہی کی نیت نہ ہو ثواب نہیں ملتا بلکہ بعض دفعہ وہ عبادت ضائع ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ الٹا گناہ بن جاتی ہے۔

گناہ کی مثال:۔

جیسے حدیث ابو ہریرہؓ میں ہے قیامت کے روز سب سے پہلے تین شخصوں کا فیصلہ ہوگا۔

(۱) شہید (۲) عالم قاری (۳) سخی

شہید کو کہا جائے گا تو نے دنیا میں بہادر کہلانے کے لئے جنگ کی۔ عالم قاری کو کہا جائے گا تو نے عالم کہلانے کے لئے علم پڑھا۔ اور سخی کو کہا جائے گا کہ تو سخی کہلانے کے لئے سخاوت کی۔ جو کچھ تمہیں ملنا تھا دنیا میں مل چکا اس کے بعد منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (مشکوۃ کتاب العلم فصل اول ص ۲۵)

عمل ضائع ہونے کی مثال:۔

اس حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ میں اس ہجرت کا ذکر ہے جو دنیا و عورت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے حصول کی وجہ سے ہو۔

ایک ضروری سوال:۔

یہاں پر یہ چیز قابل غور ہے کہ جس عبادت میں خلوص نہ ہو جیسے آج کل عموماً کسی کے لحاظ دباؤ اور لالچ وغیرہ میں آخر نمازیں پڑھی جاتی ہیں مثلاً بعض لوگ کسی نمازی کے گھر مہمان بن کر جائیں تو وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں اپنے گھر نہیں پڑھتے۔اسی طرح بعض لوگ کسی بڑے آدمی کے کہنے سے مجبوراً نماز پڑھتے ہیں اپنے آپ نہیں پڑھتے۔ایسی عبادت کا شرعاً کیا حکم ہے؟اس کا وجود ہوجاتا ہے مثلاً کسی نے ظہر کی نماز اسی حالت میں پڑھی اور عصر کے وقت توبہ کر کے سچی نیت سے نماز پڑھنے کا ارادہ ہو گیا تو کیا ظہر کی نماز اس کو لوٹانی ہو گی یا نہیں؟

جواب:۔

اس بارے میں ہم نے ایک چھوٹا سا رسالہ بنام''امامت مشرک'' لکھا ہے اس میں پوری تفصیل سے یہ بیان ہے کہ عبادات کا شرعی وجود اور قبولیت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں مثلاً، بدعتی شخص اور وہ امام جس پر مقتدی ناراض ہوں، عورت جس پر خاوند ناراض ہو وہ غلام جو آقا سے بلا اجازت بھاگ جائے اور وہ شخص جو (بلا عذر) جماعت ہوجانے کے بعد نماز کے لئے آئے۔

ان سب کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ ان کی نماز مقبول نہیں۔لیکن اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ توبہ کے بعد ان کو یہ نماز لوٹانی پڑے گی اس سے معلوم ہوا کہ اس کا شرعی وجود ہوجاتا ہے لیکن وہ معلق رہتی ہے اس پر ثواب نہیں ملتا۔

مصنف مرقاۃ ص۴۴ بھی اس حدیث کے جملہ وَاِنـمـاَّلاِ مْـرِیءٍ مَّا نَوٰی میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں لا یَـلْـزِمُ مِـنْ صِـحَۃِ الْـعَـمَلِ قُبُوْلِهٖ وَوُجُوْدِ ثَوَابِهٖ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۔یعنی عمل کے صحیح ہونے سے اس کا قبول ہونا اوراس پر ثواب مرتب ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ متقین کے عمل قبول فرماتا ہے۔

اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عمل غیر متقی کا بھی صحیح ہوجاتا ہے لکن قبولیت اور ثواب کے لئے تقویٰ شرط ہے اس کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص بہ نیت انعام بادشاہ کے پاس لے جانے کے لئے کوئی تحفہ تیار کرے تو اس تحفہ کا وجود ہوگیا لیکن قبول اس وقت ہوگا جب بادشاہ اسے منظور کرے گا۔ایسا ہی اللہ تعالی کے ہاں عبادات کا معاملہ ہے۔

نوٹ:۔

بعض عبادات بغیر نیت کے بھی ہوجاتی ہیں اوران پر ثواب مل جاتا ہے جیسے کوئی شخص مذاق میں غلام سے کہہ دے تو آزاد ہے۔اس موقعہ پر آزاد کرنے کی نیت نہ بھی ہوتو بھی غلام آزاد ہوجائے گا اوراس پر ثواب ملے گا لیکن اس میں صریح حدیث آگئی ہے اس لئے اس پر دوسری عبادات کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔عام عبادات کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا کہ وہ بغیر نیت کے نہیں ہوتیں۔بعض عبادات میں دونیتیں بھی ہوسکتی ہیں مثلا کوئی شخص مسجد میں آکر سنتیں پڑھے نماز فرض تیار ہوتو اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہوجائے گا مگر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں تحیۃ المسجد کی نیت نہ ہوتو بھی ادا ہوجائے گا۔کیونکہ تحیۃ المسجد کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں آنا نماز سے خالی نہ ہو۔

اوراحناف کے نزدیک آیہ سجدہ پر رکوع کردے تو اس سے بھی سجدہ تلاوت ہوجاتا ہے۔

اوربعض صورتوں میں جس فرض کو ادا کرنا ہواس کی نیت نہیں بلکہ نیت دوسری عبادت کی ہوتو شریعت اس عبادت کو دوسری عبادت بنادیتی ہے جس کی نیت نہیں۔جیسے حنفیہ کہتے ہیں کسی نے روزے کی نذر مانی اس کو پورا کرنے کے لئے روزہ رکھا۔یا ویسے ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روزہ رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ رمضان شریف کا دن تھا رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔

اور بعض عبادات میں نیت معلق بھی ہوسکتی ہے جیسے حضرت علیؓ نے حج کا احرام باندھتے وقت کہا کہ میں اس حج کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا آپ ﷺ کا حج قِران تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ تو بھی حلال نہیں ہوسکتا جب تک قربانی کا دن نہ آئے۔

اور بعض دفعہ معاملہ سپرد خدا رہتا ہے جیسے ایک شخص نے اکیلے نماز پڑھی پھر اسی نماز کی جماعت پائی تو جماعت کے ساتھ پڑھی۔ عبداللہ عمرؓ سے مسئلہ پوچھا کہ میں فرض کون سی بناؤں؟ فرمایا یہ تیرے سپرد نہیں خدا جس کو چاہے گا فرض بنادے گا۔

اور بعض دفعہ نیت عمل کے درمیان کام دے جاتی ہے جیسے نفلی روزہ کی نیت دو پہر سے پہلے ہو جائے تو روزہ ہو جائے گا۔ غرض اس قسم کی کمی بیشی اور تبدیلیاں عبادات کی نیت میں ہو جاتی ہیں مگر ان میں رائے قیاس کو دخل نہیں جیسے شریعت میں آیا ہے اسی طرح کرنا چاہئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نیت کا جتنا گہرا تعلق عبادات کے ساتھ ہے اتنا کسی اور کے ساتھ نہیں۔

بحث نمبر۲:۔

بعض شرائط ایسی ہیں کہ ان میں نیت بالاتفاق شرط نہیں جیسے بدن یا کپڑے پر حسی (ظاہری) پلیدی ہو تو اسے دھونا کیونکہ شریعت کا مقصد ازالہ نجاست ہے خواہ وہ بلا نیت حاصل ہو جائے۔

شبہ:۔

ازالہ نجاست ایک تعبدی (شرعی) امر ہے کیونکہ ازالہ نجاست عقل سے بالاتر چیز ہے مثلاً جب کپڑے یا بدن کی پلیدی کو دھونے لگیں تو جو پانی اس پر ڈالا جائے گا وہ نجاست

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے مل کر پلید ہوتا جائے گا اور اس پانی پر جو پانی ڈالا جائے گا وہ بھی اس پلید پانی سے مل کر پلید ہوتا جائے گا علی ھٰذَا الْقِیَاسِ تو پھر ازالہ نجاست کی عقلاً کوئی صورت نہیں البتہ ظاہر میں نجاست کا اثر زائل ہونے سے شریعت نے طہارت کا حکم لگا دیا اور ہر تعبدی امر میں نیت ضروری ہے کیونکہ تعبدی کا معنی ہی یہ ہے کہ اسے عبادت کا حکم سمجھ کر کیا جائے۔

جواب:۔

جب کسی کام میں زیادہ تنگی اور مشقت ہو تو شریعت کی طرف سے تخفیف ہو جاتی ہے جیسے بلی کا جھوٹا پاک ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لَوْلاَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ وَبِالسَّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ (متفق علیہ)

اگر مجھے مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں اپنی امت کو عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنے اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (مشکوۃ کتاب السواک)

چونکہ انسان حسی (ظاہری) پلیدی کی صفائی میں عموماً اپنی بیوی بچوں اور خدام وغیرہ سے کام لیتا ہے اس لئے ہر موقع پر نیت کی حفاظت مشکل ہوتی ہے اس وجہ سے شریعت نے نیت کی معافی دے دی [1]

نوٹ:۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی کے بغیر کسی دوسری چیز سرکہ وغیرہ سے ازالہ نجاست شرعاً نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جب یہ امر تعبدی ہوا تو اس میں قیاس کو دخل نہ رہا بلکہ شریعت میں جس چیز کے ساتھ ازالہ نجاست کا حکم آیا ہے اسی سے ہوگا اور وہ صرف پانی ہے۔

---

[1] احناف تو رفع مشقت کے لئے بعض دفعہ عبادات مقصودہ (نماز وغیرہ) میں بھی نیت کی معافی کے قائل ہیں چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں زیر حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ لکھتے ہیں مَنْ اُبْتُلِیَ بِوَسْوَسَۃٍ فِیْ تَاثِیْرِ النِّیَّۃِ وَعَجِزَ عَنْ اَدَائِھَا فَاِنَّہٗ قِیْلَ فِی حَقِّہٖ اِذَا تَلَفَّظَ بِالنِّیَّۃِ سَقَطَ عَنْہُ الشَّرْطُ دَفْعًا لِلْحَرَجِ۔ یعنی جو شخص وسوسے کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قلبی نیت سے عاجز ہو اس کے متعلق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہا گیا کہ جب وہ نیت کالفظ زبان سے بولے تو اس سے یہ شرط (دل کی نیت) معاف ہو جاتی ہے۔

شیخ رشید رضا مصری کی غلطی:۔

شیخ رشید رضا مصری مرحوم نے اس مسئلہ میں دو غلطیاں کی ہیں چنانچہ مغنی ابن قدامہ جلد اول ص۹ حاشیہ نمبرا میں لکھتے ہیں:

وَاِزَالَةُ النَّجَاسَةِ لَيْسَتْ مِنَ الْاُمُوْرِ الْتَعَبُّدِيَّةِ وَلِهٰذَا لَمْ تَشْتَرِطْ فِيْهَا النِّيَّةُ . یعنی ازالۃ النجاست تعبدی امور میں سے نہیں اس میں نیت شرط نہیں۔

آگے چل کر اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں فَيُحْصِلُ مِنْ كُلِّ مَزِيْلٍ یعنی ہر ایسی چیز جس سے ازالہ نجاست ہو سکے اس سے طہارت حاصل ہو جائے گی۔(خواہ سرکہ ہو یا پانی)

نیت کی شرط نہ ہونے سے تعبدی نہ ہونے کا استدلال اور پھر اس پر یہ تصریح کہ پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی طہارت ہو سکتی ہے دونوں چیزیں غلط ہیں کیونکہ نیت شرط نہ ہونا یہ مشقت کی وجہ سے ہے اس سے تعبدی ہونے کی نفی نہ ہوئی تو اس پر یہ تصریح ہی غلط ہو گی کہ پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ اوپر کے بیان سے واضح ہو چکا ہے۔

بعض شرائط کے متعلق اختلاف ہے جیسے وضو، غسل جنابت وغیرہ اس میں حنفیہ کے نزدیک نیت شرط نہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حدث (بے وضو ہونا جنابت وغیرہ) یہ نجاست حکمی ہے اور اس کا ازالہ امر تعبدی ہے اس لئے پانی کے علاوہ کسی دوسری چیز سے وضو غسل جنابت وغیرہ بالاتفاق جائز نہیں[1] پس جب یہ امر تعبدی ہوا تو اس میں نیت ضروری

---

[1] صرف کھجوروں کے شربت سے حنفیہ وضو کے قائل ہیں جس کی دلیل وہ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے کھجوروں کے شربت سے وضو جائز قرار دیا مگر یہ حدیث

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو تخریج ہدایہ وغیرہ۔

ہوئی۔ چنانچہ حنفیہ کے نزدیک تیمّم میں نیت اسی لئے شرط ہے کہ وہ امر تعبدی ہے۔

مصنف ھدایہ وغیرہ کی غلطی :۔

مصنف ہدایہ وغیرہ نے تیمّم میں نیت شرط ہونے کی جو ایک وجہ بیان کی ہے کہ تیمّم کے معنی قصد کے ہیں تو اس کے معنی میں ہی نیت پائی گئی یہ ڈبل غلطی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں مٹی کے قصد کا ذکر ہے نہ اس فعل کا جس کا نام شریعت نے تیمّم رکھا مثلاً کسی نے گرد وغبار جھاڑنے کے لئے یا کسی اور کام کے لئے مٹی کا قصد کیا جس سے اس کے ہاتھ پر گرد وغبار پڑ گیا تو کیا اس سے تیمّم ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ محض مٹی کے قصد سے فعل تیمّم کی نیت ثابت نہیں ہوتی البتہ وضوء کے لئے قرآن مجید کے الفاظ سے نیت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ یعنی جب تم نماز کی طرف کھڑے ہوؤ۔ نماز کی طرف کھڑا ہونے کا ارادہ ہی اس کی نیت ہے۔

بحث نمبر۳:۔

بعض منہیات کے ساتھ نیک کاموں کا کوئی تعلق نہیں جیسے زنا، شراب، جوا وغیرہ ہاں ان کے ترک میں نیک نیت کا تعلق ہے جیسے کسی منع امر کو لِوَجْهِ اللّٰهِ ترک کر دے اور بعض منہیات کے کرنے میں نیک نیت کا تعلق ہے جیسے چوری یا کسی کو مار پیٹ کرنا وغیرہ۔ وہ اس طرح کہ نیک نیت ان کو منہیات سے خارج کر دیتی ہے جیسے کسی شخص کے متعلق یہ خیال ہو کہ یہ پیسے عیاشی بدمعاشی میں خرچ کرے گا تو اس کے پیسے اس نیت سے چرا لئے جائیں کہ بدمعاشی سے بچ جائے اور بعد میں اس کو دیدیئے جائیں تو یہ چوری منہیات سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خارج ہوجائے گی۔اسی طرح فریقین میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا۔تادیب کے لئے کسی کو مارنا وغیرہ وغیرہ۔

رہانیت کا لغوی معنی تو اس میں تمام منہیات برابر ہیں یعنی لغوی معنوں کے لحاظ سے سب منہیات میں نیت کا دخل ہے کیونکہ انسان اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنے ارادہ واختیار سے منہیات کا ارتکاب کرتا ہے۔

بحث نمبر۴:۔

مباحات میں دوطرح کی چیزیں ہیں ایک شرعی ایک دنیوی۔

شرعی: مثلا طلاق ایک شرعی چیز ہے اس میں اگر طلاق کا صریح لفظ بولے تو پھر نیت کو کوئی دخل نہیں۔

کوئی شخص لفظ طلاق بولنے کے بعد کہے کہ میری نیت لغوی معنی ہے تو یہ معتبر نہیں ہوگا طلاق واقع ہوجائے گی بلکہ اگر مذاق کے طور پر طلاق کا لفظ بول دے تو بھی طلاق واقع ہوجائے گی چنانچہ حدیث میں ہے،ثَلاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلاقُ وَالرَّجْعَةُ ۔ (مشکوۃ باب الطلاق)

یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا قصد بھی قصد ہے اور مذاق بھی قصد ہے نکاح، طلاق اور رجوع اور بعض روایات میں عتاق یعنی غلام آزاد کرنے کا ذکر بھی ہے۔(تفصیل کے لئے نیل الاوطار مصری ج۶ص۲۰۰)

اور اگر لفظ طلاق صریح نہ ہوتو اس میں ضروری ہے بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوگی۔جیسے کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے اپنے گھر چلی جاؤ۔اس قسم کے لفظ سے نیت طلاق کی ہو یا قرائن ایسے ہوں جن سے طلاق کی نیت سمجھی جائے تو طلاق ہوجائے گی ورنہ نہیں (اس مسئلہ کی تفصیل کتاب الطلاق میں آئے گی)(ان شاءاللہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دنیوی: جیسے بیوی کے پاس جانا اور محنت ومزدوری کرنا اگر اس میں کوئی نیک نیت نہ کرے تو اس پر نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب۔ اگر بیوی کے پاس جانے سے یہ مقصد ہو کہ اللہ تعالیٰ حرام سے بچائے نیک اولاد بخشے تو بہت بڑا ثواب ہے حدیث میں اس کو صدقہ فرمایا ہے۔(مشکوۃ باب فضل الصدقہ فصل اول)

اسی طرح اگر محنت یا مزدوری کرنے والوں کی نیت یہ ہو کہ کسی کا محتاج نہ ہو حلال روزی نصیب ہو جن کی تربیت ذمے ہے ان کی کفالت ہو تو یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُّوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ ۔

(مشکوۃ باب المساہلۃ فی المعاملہ فصل ثانی)

یعنی سچا ایمان دار تاجر قیامت کے روز نبیوں، صدیقوں، شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

حدیث کے دونوں جملوں میں فرق:۔

پہلے جملے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے مقصد یہ ہے کہ اعمال کا وجود یا اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے یعنی شرعاً اعمال نیت کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں اور دوسرے جملے وَاِنَّمَا لِا مْرِءٍ مَانَوٰی سے مقصد یہ ہے کہ اعمال کا ثمرہ بھی حسب نیت ہوگا لیکن بالنیات سے نیک نیت مراد ہوگی اور لِکُلِّ اِ مْرِءٍ مَانَوٰی میں مطلق نیت مراد ہے تاکہ آگے حدیث کے الفاظ فمن کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ ......الخ میں جو تقسیم ہے وہ صحیح ہو جائے۔

مصنف مرقاۃ، مرقاۃ میں اور علامہ سندھیؒ شرح بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ کے حاشیہ میںؒ لکھتے ہیں کہ عمل سے مراد فعل اختیاری ہے اور اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ عقلی جملہ ہے جو حدیث کے دوسرے جملے اِنَّمَا لِا مْرِءٍ مَانَوٰی کے لئے بطور تمہید ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ ہر فعل اختیاری کا تحقق اور وجود یا صدور فاعل کے قصد وارادہ سے ہوتا ہے اور قصد وارادہ ہی نیت ہے اور دوسرے جملے کا مقصد وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدیث کے مختلف الفاظ بخاری شریف کے شروع میں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ اور بخاری کتاب الایمان اور کتاب العتق اور باب ہجرۃ النبی ﷺ میں اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ اور بخاری کتاب النکاح میں اَلْعَمَلُ بِالنِّیَّۃِ صحیح ابن حبان مسند ابوحنیفہؒ اور اربعین حاکم میں اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ آیا ہے۔اور حاکم نے اس کو صحیح بھی کہا ہے الفاظ مختلف ہیں مطلب تقریباً سب کا ایک ہی ہے، بخاری شریف کے شروع میں حدیث کے یہ الفاظ فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَھِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ نہیں ہیں اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

وجوہ:۔

اول: یہ کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حمیدی سے یہ روایت انہی الفاظ سے سنی اور اپنی کتاب کے شروع میں حمیدی والی روایت درج کی ہے دوسری سند سے بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پوری حدیث بھی پہنچ گئی جیسا کہ بخاری شریف کے دوسرے مقامات پر یہ حدیث موجود ہے۔

دوم: یہ کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بطور کسر نفسی اپنے خلوص نیت کو اس حدیث کا پورا مصداق نہیں سمجھا اس لئے یہ الفاظ حذف کر دیئے۔

سوم: بعض روایتوں میں یہ جملہ حدیث کے اخیر میں ہے چنانچہ بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ میں اور شروع کتاب میں جس غرض کے لئے بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لائے وہ غرض پہلے جملہ سے حاصل ہو جاتی ہے اس لئے شروع میں ساری حدیث ذکر نہیں کی۔اصل وجہ یہی ہے۔پہلی بھی ٹھیک ہے البتہ دوسری وجہ کمزور ہے۔لفظ بالنیات دو طرح مروی ہے۔

(۱) بِالنِّیَّۃِ (مفرد) (۲) بِالنِّیَاتِ (جمع)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نیت چونکہ دل کا فعل ہے وہ واحد ہے اس لئے بِالنِّیَّۃِ مفرد فرمایا، اور بِالنِّیَاتِ جمع اس بناء پر کہ عارضی طور پر اس کے بہت سے افراد ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں، اللہ کی رضا کے لئے عمل یا عذاب الٰہی کے خوف یا جنت کی امید پر اس طرح نیت کے بہت سے عمل کرنے والے ہیں ان کی طرف اضافت کیوجہ سے نیتیں بھی بہت ہوں گی ایک کثرتِ افراد کی صورت یہ بھی ہے کہ نیت کبھی نیک ہوتی ہے کبھی بری، کبھی دین کی کبھی دنیا کی، جیسے آگے اسی حدیث میں تقسیم ہے۔

مفرد اور جمع (بِالنِّیَّۃِ اور بِالنِّیَاتِ) دونوں صورتوں میں الف لام جنسی ہے۔ الف لام جنسی کے ساتھ جمع کا فائدہ کثرت افراد کی طرف اشارہ ہے اور مرقاۃ میں بالنیات کے الف لام کو عوض مضاف الیہ کا بھی بنایا ہے یعنی بِنِیَّاتِھَا تھا اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ تمام اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اس جملے میں شرط جزا ایک ہی ہے ایسا ہی دوسرے جملے وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا ....الخ میں بھی۔ پہلے جملے کا مطلب عام طور پر یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ ہجرت اس کی اللہ تعالی کے نزدیک معتبر ہے یہاں سبب کا ذکر کرکے مسبب مراد لیا گیا ہے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت مقبولیت کا سبب ہے قبولیت کی جگہ ہجرت کا ذکر کر دیا ہے مراد ہجرت کی مقبولیت ہے اور یہ کلام بطور مبالغہ کے ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں پانی تو پانی ہی ہے مطلب یہ کہ اپنی حقیقت میں کامل ہے یعنی ٹھنڈا، میٹھا اور پیاس کو بجھانے والا ہے اور دوسرے جملے کا مطلب حصر ہے یعنی اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے یعنی یہی چیز ملے گی اس کے علاوہ اسے اور کچھ نہیں ملے گا۔ اور بعض نے پہلے جملے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرے اس کا ثمرہ اس کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہجرت ہی ملے گا۔ یعنی میدان محشر میں اس کو ہجرت کی نیکی ملے گی اور دوسرے جملے کا مطلب یہ کہ اس کو دنیا میں عورت ملے گی یا اور جو اس کی نیت ہوگی اور دلیل اس کی حدیث کا یہ جملہ ہے لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَانَوٰی کیونکہ اس کے معنی ہیں ''جو نیت کی وہ ملے گا'' عورت کا ذکر اس حدیث میں اس لئے آیا ہے کہ اس وقت ایک شخص نے ایک عورت جس کی کنیت ام قیس اور نام قبیلہ ہے کی خاطر ہجرت کی تھی اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا عورت نے ہجرت کی شرط رکھی اس نے منظور کر لی۔

ہجرت کا معنی:۔

ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا جو وصل کا مقابل ہے اور شریعت میں ہجرت کے معنی ہیں اسلام کی خاطر ترک وطن اور یہ اسلام میں دو طرح واقع ہوئی ہے۔

ایک دارالخوف سے دارالامن کی طرف جیسے مکہ معظّمہ سے حبشہ کی طرف یا مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف بعض صحابہ کرامؓ کی وہ ہجرت جو نبی ﷺ کی ہجرت سے پہلے کی گئی۔

دوسری دارالکفر سے دارالایمان کی طرف جیسے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف وہ ہجرت جو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ کی ہجرت کے بعد کی گئی۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے:

اَلْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَانَھَی اللّٰہُ عَنْہُ وَرَسُوْلُہٗ، یعنی حقیقی مہاجر وہ ہے جو کہ اللہ اور رسول ﷺ کے منہیات کو ترک کردے۔

ترکیب نحوی:۔

فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ کی ''ف'' فصیحیہ ہے یعنی جزا شرط مقدر کی کہ تقدیر اس کی اِذَا تَقَرَّرَ اِنَّ لِکُلِّ اِنْسَانٍ مَنْوِیُّہٗ مِنْ طَاعَۃٍ اَوْ مُبَاحٍ اَوْ غَیْرِھِمَا ہے۔ فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ میں کان تامہ ہے اور الی جار مجرور ہجرت سے متعلق ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مصنف مرقاۃ نے اس کو ناقصہ بھی بنایا ہے اور کہا ہے کہ جار مجرور ہجرت سے متعلق نہیں ہوگا بلکہ منقسمہ سے متعلق ہوگا جو کان ناقصہ کی خبر محذوف ہے لیکن یہ ترکیب کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتی ۔اس لئے کہ تقسیم کے بعد دو چیزیں ہونی چاہئیں اور یہاں دو چیزیں نہیں ہاں اگر عبارت یوں ہوتی ۔

مَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَوْاِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِمْرَأَ ةٍ يَتَزَوَّجُهَا ۔

تو پھر یہ ترکیب صحیح ہوسکتی تھی البتہ ایک اور طریق سے کان ناقصہ بن سکتا ہے اور وہ یہ کہ بعض روایات میں وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا آیا ہے تو اس قرینہ سے فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ میں بھی الی حرف لام کے معنی میں ہو یعنی لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اور دونوں جملوں میں جار مجرور ثابتۃ سے متعلق ہو کر کان ناقصہ کی خبر ہوجائے گی لیکن اصل ترکیب یہی ہے کہ کان تامہ ہے اور جار مجرور ہجرت کے متعلق ہے تو شرط میں بھی ہجرت سے متعلق ہوجانا چاہئے تا کہ انتشار پیدا نہ ہو اور اس صورت میں لدنیا آیا ہے وہ لام الی کے معنی میں ہوگا۔

دنیا کا معنی:۔

دنیا ادنیٰ کی مونث ہے اس کے اصل معنی بہت نزدیک کے ہیں مگر اب اس سے وصف مراد نہیں بلکہ موجودہ جہان مراد ہے اس کا استعمال بغیر الف لام کے جائز ہے جیسے اس حدیث میں ہوا ہے ورنہ اصل معنی کے لحاظ سے اس کا استعمال الف لام یا اضافت یا من کے بغیر جائز نہیں کیونکہ افعل التفضیل کا استعمال ان تین طریقوں کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

اور جب دنیا موجودہ جہاں کا اسم ہوگیا تو اس پر تنوین بھی جائز ہوگی چنانچہ یہاں تنوین کے ساتھ دنیا بھی پڑھ سکتے ہیں اور مناسب بھی یہی ہے کیونکہ یہاں مقابلہ ہے عورت سے تو گویا تنوین تنکیر کے لئے ہوگی اور اس سے اشارہ ہوگا دنیا کی کوئی سی چیز۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یُصِیْبُھَا:۔

اصابت سے ہے اس کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا اصل ٹھکانے کو ایسے پہنچ جانا جیسے تیر نشانے پر پہنچتا ہے چونکہ نفس انسان کا میلان دنیا کی طرف ہے اور وہ اس کی طرف بہت جلدی پہنچنا چاہتا ہے اس لئے یُصِیْبُھَا فرمایا یُحْصِلُھَا نہیں فرمایا اگر چہ مراد حاصل کرنا ہی ہے۔

فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَاھَاجَرَ اِلَیْہِ :۔

یہاں اختصار کردیا گیا ہے اور فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ میں بطور اختصار فَھِجْرَتُہٗ اِلَیْھِمَا نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ وہاں ہجرت کی تنظیم (وترغیب) مقصد تھی اس لئے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ذکر مکرر فرمادیا۔(ترغیب دیتے وقت اختصار نہیں کرتے اور جب طوالت اور تفصیل مقصد ہو تو پھر اللہ اور رسول کو اکٹھا ذکر کرنا منع ہے جیسے کہ خطبہ پڑھتے وقت کسی آدمی نے وَمَنْ یَعْصِھِمَا (اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ) کہا تو آپ نے فرمایا کہ بِئْسَ اَلْخَطِیْبُ اَنْتَ کہ تو نے برے طریقہ سے خطبہ پڑھا کیونکہ خطبہ میں تفصیل ضروری ہے تا کہ اسلام کے عقائد واضح اور روشن ہو جائیں ان میں سے کسی شق کو تاریک نہ رکھا جائے اس لئے نے آپ ﷺ نے اسے فرمایا اگر چہ اسے روکنے کی چند اور وجہیں بھی محدثین نے لکھی ہیں لیکن یہ ان میں سے سب سے پہلی وجہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ھما کی ضمیر استعمال کرسکتے ہیں ان کی خصوصیت تھی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اس کے عقائد کا شک گزرا کہ کہیں یہ اللہ اور رسول ﷺ کو ایک ہی درجہ نہ دیتا ہو، چوتھی یہ وجہ ہے کہ شاید وہ ابھی نیا نیا مسلمان ہوا ہو تو آپ ﷺ نے اسے تنبیہہ کی کہ کہیں دیکھنا یہی چیز تو اپنے دل میں بٹھا نہ لے۔ چنانچہ جس طرح وہاں کسی مقصد کی خاطر طوالت اور تفصیل پیش نظر تھی اسی طرح یہاں بھی ترغیب دینے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ارادہ سے تفصیل کی ضرورت محسوس ہوئی۔

بخلاف دنیا اور عورت کے جو کہ اصلیت اور مقصد میں ایک ہی (دنیوی) ضرورت سے متعلق تھے ان سے نفرت دلانا مقصد تھا اس لئے ان کو جلد جلد بیان کر دیا کہ کہیں تمہارے دلوں میں اس کی اہمیت نہ بیٹھ جائے اور نہ ہی تمہارے ذہن اس کی طرف متوجہ ہوں۔

اگر کہا جائے، فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ کی بجائے فَهِجْرَتِیْ اِلَيْهِمَا ہوتا تو زیادہ اختصار تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حصر کا فائدہ نہ ہوتا اور اس حصر سے اس ہجرت کی قباحت کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب دین کی صورت میں دنیا مقصود ہو تو اس میں دین کی توہین ہے۔

مسند ابویعلی میں حدیث ہے، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ لِلْحَفَظَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اُكْتُبُوْا لِعَبْدِیْ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْاَجْرِ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَحْفِظْ ذٰلِكَ عَنْهُ وَلَا هُوَ فِیْ صَحِيْفَتِنَا فَيَقُوْلَ اِنَّهٗ نَوَاهُ ۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کراماً کاتبین کو حکم فرمائیں گے کہ میرے بندے کے لئے فلاں فلاں اجر لکھو، فرشتے کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں یاد نہیں کہ اس نے یہ کام کئے ہوں اور نہ ہی ہمارے صحیفوں میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے اس کی نیت کی تھی۔

استاد ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں:

ہارون رشید کی بیوی زبیدہ خواب میں دیکھی گئی اس سے کسی نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہا مجھے بخش دیا اس کو کہا گیا مکہ معظّمہ کے راستوں میں بہت سے کنوئیں مکانات عمارات حوض نہر وغیرہ کی برکت سے تمہیں بخش دیا گیا؟ جواب دیا یہ چیزیں فائدہ اٹھانے والے لے گئے ہمیں صرف نیت کا فائدہ پہنچا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَلِنِعْمَ مَاقِیْلَ

یَـاغَـافِـلُ الْـقَـلْـبِ مِنْ ذِکْـرِ الْـمُـنِیَّـاتِ
عَـمَّـا قَـلِیْـلٌ سَتُثْـوٰی بَیْـنَ اَمْـوَاتِ
اِنَّ الْـحَـمَـامَ[۱] لَـهٗ وَقْـتٌ اِلٰـی اَجَـلٍ
فَـاذْکُـرْ مَـصَـائِـبَ اَیَّـامٍ وَسَـاعَـاتِ
لَا تَـطْـمَـئِـنْ اِلٰـی الـدُّنْیَـا وَزِیْـنَتِهَـا
قَـدْ حَـانَ لِـلْـمَـوْتِ یَـاذَا الـلُّـبِّ اَنْ یَـاتِـیْ
وَکُـنْ حَـرِیْـصـاً عَـلٰی الْاِخْلَاصِ فِیْ عَـمَـلٍ
فَـاِنَّـمَـا الْـعَـمَـلُ الـزَّاکِـیَ بِـنِیَّـاتِ

موت کی یاد سے غافل دل والے تیری مدت تھوڑی ہے عنقریب تو مردوں میں برابر کیا جائے گا ۔کبوتر کو ایک وقت مقررہ تک مہلت ہوتی ہے تو دنوں اور گھڑیوں کی مصیبتوں کو یاد کر بیشک موت کا وقت مقرر ہے ۔پس زمانہ کی اور گھڑیوں کی مصیبتوں کو یاد کر دنیا اور اس کی زیـنـتـوں پر مطمئن نہ ہوا ے عقل مند موت کا وقت قریب آ رہا ہے عمل میں خلوص نیت کی حرص کر کیونکہ پاکیزہ عمل خلوص نیت سے ہوتا ہے۔

متفق علیہ:۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو شیخین (بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ

....

[۱] ترکیب نحوی: انّ حرف مشبہ بالفعل حمام اسم ل جارہ ضمیر راجع طرف حمام مجرور..متعلق ثابت کے ہوکر خبر مقدم وقت موصوف الی جار اجل مجرور..جار مجرور مل کر متعلق منصرف کے صفت ۔موصوف صفت مل کر مبتدا موخر ۔مبتدا موخر اپنی خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا ۔ وقت کے اجل کی طرف منصرف ہونے یعنی پھرنے کا مطلب یہ ہے کہ موت کا وقت مدت مقرر ہے ۔۱۲منہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علیہ) نے روایت کیا ہے یہ محدثین کی اصطلاح ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر امت متفق ہے لیکن امت کا اتفاق اس کو لازم ہے کیونکہ بخاری مسلم کی صحت پر امت متفق ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستہ کی باقی چاروں کتب نے بھی روایت کیا ہے بلکہ بعض نے کہا ہے کہ مؤطا امام مالک کے سوا حدیث کی تمام کتب معتبرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔

خلاصہ آنکہ کہ یہ حدیث بہت مشہور ہے اور اس کی صحت پر اجماع ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے لیکن یہ دعویٰ ٹھیک نہیں کیونکہ اس کی سند میں حضرت عمرؓ سے یحیٰی بن سعید تک ایک ایک راوی ہے اس کے بعد یحیٰی بن سعید کے شاگردوں کی تعداد ایک سو سے بھی زیادہ ہے جن میں بڑے بڑے ائمہ بھی ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس روایت میں یحیٰی بن سعیدؒ کے شاگردوں کی تعداد سات سو تک پہنچ گئی ہے۔

ہاں معنوی متواتر ہے کیونکہ اس مضمون کی مؤید بہت صحابہ کرامؓ سے روایات مروی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے شروع میں ص ۸ پر تصریح کی ہے۔

نوٹ:۔

حضرت عمرؓ سے اس روایت کے نقل کرنے والے علقمہ کے سوا نو راوی ہیں اور علقمہ سے محمد بن تیمی کے سوا دو اور ہیں اور تیمی سے یحیٰی بن سعید کے سوا پانچ ہیں مگر ان میں سب کی اسناد صحت کو نہیں پہنچتی۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یحیٰی بن سعید تک سند یہی ہے جو بخاری میں ہے۔

شبہ:۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ احادیث تنقید شدہ کے سوا بخاری مسلم کی احادیث کی صحت پر امت کا اجماع ہے اور اجماع قطعی ہوتا ہے اور تواتر کا بھی مقصد قطعی ہے تو پھر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بخاری ومسلم کی احادیث کومتواتر کہنے میں کیا حرج ہے؟

جواب:۔

اس کا یہ ہے کہ امت کا اجماع اس صحت پر ہے جو متواتر سے نچلا درجہ ہے اور وہ صحت اس علم کومفید نہیں جو کہ تواتر سے حاصل ہوتا ہے بلکہ اس علم کومفید ہے جو اس سے کم درجہ ہے اور خبر واحد سے حاصل ہوتا ہے اس کو بھی عام محاورے میں یقین ہی کہتے ہیں یقین کے کئی درجے ہیں ایک اعلیٰ جو تواتر سے حاصل ہوتا ہے اور ایک وہ جو خبر آحاد سے حاصل ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com